سوال نمبر 2 (الف) (ii) بارش کم ہونے کا نتیجہ کیا نکلا؟

ج۔ بارش بہت کم ہونے کی وجہ سے کنوؤں، ندیوں وغیرہ کا پانی بہت تھوڑا رہ گیا۔ باغ پر بھی قیامت آ پڑی، پودے اور درخت برباد ہو گئے۔ جو تھوڑے بہت بچ گئے تو وہ بھی مرجھائے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ پودوں کو کوئی بیماری لگ گئی ہو۔

سوال نمبر2 (الف) (iii) نام دیو مالی پانی کہاں سے اور کیسے لاتا؟

ج۔ نام دیو دور دراز علاقوں سے باری باری ایک ایک گھڑا پانی کا لاتا۔ وہ گھڑا سر پر اُٹھا کر لاتا۔ تاکہ اس کے پودے نہ سوکھ جائیں۔

سوال نمبر 2 (الف) (ix) پانی کی قلت کے زمانے میں نام دیو پودوں کو کیسا پانی دیتا؟

ج- جب پانی بہت کم ہو گیا۔ تو نام دیو دن کے ساتھ راتوں میں بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کر پانی لاتا۔ اُس پانی کا معیار یہ تھا کہ یہ آدھا پانی اور آدھا کیچڑ تھا۔ مگر اس پانی نے بھی پودوں کو زندگی بخشی۔

سوال نمبر2 (الف) (۷) نام دیو نے کیا کہہ کر انعام لینے سے انکار کر دیا؟

ج: نام دیو کی کارگزرگی پر جب مصنف نے اسے انعام نوازنے کی کوشش کی تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے سے بھی بھلا انسان انعام کا حقدار ہوتا ہے۔

سوال نمبر 2 (الف) (i) اس عبارت کا مرکزی خیال لکھیں۔

ج۔ نام دیو بغیر کسی انعام کی پرواہ کیے، اپنے پودوں کی پرورش میں لگا رہتا تھا۔ جب ایک سال بارش کم ہوئی اور بہت سے پودے مرجھا گئے، تو وہ دور دراز سے دن رات پانی لے کر آتا تھا، چاہے وہ گدلا ہی ہو۔ اس نے کبھی اپنی محنت کا انعام نہ مانگا۔

سوال نمبر 2 (الف) (vi) آبِ حیات قواعد کی رو سے کیا ہے؟

ج- **مرکبِ اضافی:** آبِ حیات مرکبِ ناقص کی قسم ہے۔ یہ مرکبِ اضافی کی مثال ہے۔

آبِ حیات سے مراد ایسا پانی ہے جو انسان (کسی چیز) کو ازل تک کی زندگی بخشتا ہے۔ ننام دیو اپنے پودوں کو زندگی بخشنے کے لیے جو پانی دیتا تھا وہ آبِ حیات سے کم نہیں۔

سوال نمبر 2 (الف) (vii) مصنف کے مطابق انسان فطرتاً کیسا ہے؟

ج۔ مصنف کے مطابق عام طور پر انسان کی فطرت میں سہل نگاری اور کام چوری ہے۔ انسان زیادہ تر کاہل ہی ہوتا ہے۔

سوال نمبر 2 (الف) (viii) نام دیو کی مصروفیت کیا ہوتی تھی؟

ج۔ نام دیو اس دنیا کے معاملات سے بے خبر ہو کر اپنے پودوں کی پرورش میں لگا رہتا تھا۔ ان کے لیے پانی لاتا، ان کا خیال رکھتا۔ اس کے علاوہ اسے کسی انعام کی ضرورت نہیں تھی۔

سوال نمبر 2 (الف) (vii) ناصر دیو کا چمن ہرا بھرا کیوں تھا؟

ج: ناصر دیو کا چمن اس لیے ہرا بھرا اور سرسبز تھا کہ وہ پانی کی قلت کے زمانے میں بھی دور دراز سے اُن پودوں کے لیے پانی لاتا تاکہ وہ مرجھا نہ جائیں۔

سوال نمبر 2 (ب) (i) : پہلے شعر میں کس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

ج- : پہلے شعر میں شاعر نے اس حقیقت کا ذکر کیا ہے کہ اگرچہ ہم اپنی زندگی بہت سے لوگوں سے ملتے ہیں، کئی طرح کے لوگوں سے پالا پڑتا ہے، مگر انسان کا دل کچھ کچھ لوگوں سے ہی ملتا ہے یعنی بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن سے انسان کو انسیت (محبت) ہو۔

آدمی آدمی سے ملتا ہے
دل مگر کم کسی سے ملتا ہے

سوال نمبر 2 (ب) (ii) شاعر نے فاطمہ کو خراجِ تحسین کیسے پیش کی ہے؟

ج شاعر کہتے ہیں کہ اگرچہ فاطمہ کی شہادت پر میں بہت غمگین ہوں، میری آنکھوں سے آنسو نہیں رک رہے۔ لیکن مجھے اس ماتم میں بھی خوشی یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے ملتِ اسلامیہ بیدار ہوگی ان میں حبِ وطنی پیدا ہوگی۔ فاطمہ۔ طرابلس کی جنگ میں غازیوں کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہوئی تھی۔

ہے فاطمہ گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے

سوال نمبر 2 (ب) (iv) دریائے فرات پر دھوپ کا کیا اثر ہوا؟

ج۔ کربلا میں گرمی کی شدت اس قدر تھی کہ فرات کے دریا کا پانی ابلنے لگا تھا۔ پانی بلبلے بن کر اس کی سطح پر آگئے۔ یوں لگ رہا تھا کہ ابل ابل کر سارا پانی خشک ہوگیا ہے۔

اُڑتی تھی خاک، خشک تھا چشمہ حیات کا

کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

سوال نمبر 2 (ب) (۷) کھیت سے منہ پھیر کر کسان کہاں جاتا ہے؟

ج۔ پورا دن کام کرنے کے بعد کسان کھیتوں سے واپس گھر کی جانب جاتا ہے۔ وہاں گھر والوں میں گھل مل جاتا ہے جس سے اس کی تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے۔

۷ دھوپ کے جھلسے ہوئے رخ پر مشقت کے نشاں
کھیت سے پھیرے ہوئے منہ گھر کی جانب ہے رواں

سوال نمبر 2 (ب) (vi) شعر (۷) کا مرکزی خیال لکھیں۔

ج۔ کسان پورا دن محنت و مشقت سے کھیتوں میں کام کرتا ہے جس سے اس کا چہرہ جھلس جاتا ہے۔ اس پر نشان پڑ جاتے ہیں۔ پورے دن کی محنت کے بعد کسان شام کو گھر جاتا ہے تاکہ پورے دن کی تھکاوٹ اتر سکے۔

؎ دھوپ کے جھلسے ہوئے رخ پر مشقت کے نشاں
کھیت سے پھیرے ہوئے منہ، گھر کی جانب ہے رواں

سوال نمبر 2 (ب) (iii) حرفِ کُن کا مفہوم واضح کریں۔

ج۔ "کُن" کا مطلب ہے "ہو جا"۔ یعنی کہ یہ جو اتنی بڑی کائنات ہے جس میں انسان، جانور، پہاڑ، میدان، سورج، ستارے وغیرہ ہیں، یہ سب حرف اللہ کے ایک لفظ کہنے پر فوراً بن گئی۔ اللہ کے اس حکم نے ایک چٹکی میں پوری کائنات بنا دی۔

؎ اسی نے ایک حرفِ کُن سے پیدا کر دیا عالم
کشاکش کی صدائے ہاؤ ہو سے بھر دیا عالم

سوال نمبر 2 (ج) (ii) شعر میں قافیہ اور ردیف کی نشاندہی کریں۔

نہ بچھڑ گیا ہوں مگر کارواں سے دور نہیں
یہ خاک قافلۂ رفتگاں سے دور نہیں

قافیہ: قافیہ ہم آواز الفاظ کو کہتے ہیں۔
اس شعر میں **کارواں** اور **رفتگاں** قافیہ ہیں۔

ردیف: ردیف سے مراد بار بار دہرائے جانے والے الفاظ ہیں جو قافیہ کے بعد آتے ہیں۔
اس شعر میں **سے دور نہیں** کے الفاظ ردیف ہیں۔

....

سوال نمبر 2 (ج) (iii) "گاڑی نئی ہے" ترکیب نحوی کریں۔

ترکیبِ نحوی:

گاڑی	نئی	ہے
مبتدا (مسند الیہ)	خبر (مسند)	فعل ناقص

جملہ اسمیہ: یہ جملہ اسمیہ ہے اس میں مسند الیہ اور مسند دونوں اسم ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 2 (ج) (۷ نمبر) استعارہ کیا ہے؟ اس کے ارکان ایک مثال کے ذریعے واضح کریں۔

ج) **استعارہ:-** علم بیان کی اصطلاح میں استعارہ کے معانی ادھار لینے کے ہیں۔ کسی لفظ کو مستعار لے کر کسی دوسری چیز کے لیے استعمال کیا جائے تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔

مثال:- ہے ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں ایک چراغ تھا نہ رہا

مستعار لہ:- جس کے لیے لفظ مستعار لیا جائے۔ مثال ذہین شخص (اسکا ذکر نہیں ہوتا)

مستعار منہ:- جس لفظ کو مستعار لیا جائے۔ مثال: چراغ

وجہِ جامع:- جس مشترک وصف کی بنا پر استعارہ کیا جائے۔

مثال: جیسے چراغ روشنی دیتا ہے، عالم فاضل اپنے علم کے نور سے دنیا منور کرتا ہے۔

سوال نمبر 2 (ج) (i)

مرکب ناقص

- دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا ایسا مجموعہ جس سے بات سمجھ میں نہ آئے۔

مثال:

- آبِ حیات
- صبح شام

مرکب تام

- دو یا دو سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ جس سے کہنے والے کا مقصد پورا ہو جائے اور بات سمجھ آ جائے۔

مثال:-

- علی ذہین ہے۔
- آمنہ روز سکول جاتی ہے۔

سوال نمبر 3 (الف) (صفحہ نمبر 1/2) آج ہی دوپہر کو ۔۔۔ لڑکیوں کو کیا سمجھتی ہیں ۔

یہ عبارت **ماجرہ مسرور** کے سبق **ملمع** سے لی گئی ہے ۔
ہاجرہ مسرور نے اپنے افسانوں میں عورتوں کے مسائل بیان کیے ۔ ان کا اسلوب سادہ اور رواں تھا اور انہیں عورتوں کی زبان لکھنے میں مہارت حاصل تھی ۔
اس سبق میں ایک لڑکی پریشان حال گھر سے تعلق رکھتی ہے اور وہ ٹرین کے ذریعے چچا کے گھر عیادت کرنے جارہی ہوتی ہے ۔ اس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ہمیں دکھاوا بالکل نہیں کرنا چاہئے ۔ جو ہم ہیں دنیا پر بھی وہی ظاہر کریں ۔ ورنہ ہم خود ہی بے سکونی کا شکار ہو جاتے ہیں ۔

اندر کے میلے پن کا ملے سراغ کس طرح
اندازہ لوگ کر لیتے ہیں اجلے لباس سے

ایک لڑکی کے چچا بیمار پڑ جاتے ہیں ۔ اس کی ماں اسے ہدایت کرتی ہے کہ وہ چچا کی عیادت کرنے چلی جائے تاکہ ان کے چچا چچی کو یہ احساس ہو کہ ہم انکے بھائی کے مرنے کے بعد بھی ان کے رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہیں ۔ انہیں ایسا نہ لگے کہ ہم صرف پیسے لینے کے لیے ان کے در پر جاتے ہیں ۔ بالکل ہم بھی ان کا اتنا ہی خیال رکھتے ہیں جتنا انہوں نے تمہارے ابا جان کی موت پر ہمارا رکھا ۔ اللہ قیامت کے دن فرمائے گا
"میرا فلاں بندہ بیمار تھا ۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے بھی وہیں پاتا ۔"

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2/2)

لڑکی یہ سن کر چچا کے گھر جانے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ پریشان حال اور کسمپرسی سے گزارنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کی ماں گھر کے خرچ سے بچا بچا کر پیسا جمع کرتی تھی۔ ماں نے سو روپے لڑکی کو دیے اور عقیل کو ساتھ لے جانے کی ہدایت کی۔ عقیل لڑکی کا چھوٹا بھائی تھا ~~وہ~~ ماں خود بھی تھوڑی کم پڑھی تھی لہذا وہ پرانے زمانے کے رواج اور روایات پر ہی چلتی تھی۔

کہ مردوں کی تعلیم ضروری تو ہے پر
عورت جو پڑھ جائے تو نسلیں سنوار دے

لڑکی کو اپنی ماں کی یہ بات بہت بری لگی۔ اسے یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس کی ماں کو لڑکیوں کے اکیلے سفر کرنے سے کیا مسئلہ تھا۔ وہ خود کو آزاد خیال لڑکی تصور کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ دنیا بھی اسے اسی نظر سے دیکھے۔ مگر اس کی ماں کے مطابق چاہے کوئی چھوٹا بچہ ہی ہو لیکن لڑکے کو ساتھ لے جانا ضروری تھا۔ حالانکہ اگر وہ اپنے بھائی کو لے کر جاتی تو اسے ہی چھوٹے بھائی کا بھی خیال رکھنا پڑتا۔ وہ بول پڑی۔

"کیا میں کوئی لڈو پیڑا ہوں کہ کوئی کھا جائے گا اور عقیل کو دیکھ کر واپس باہر نکال دے گا؟"

اس نے اپنی ماں کے ساتھ بحث کی کہ اس کی دوستیں بھی اکیلی جاتی ہیں مگر ماں کا خیال تھا کہ صرف امیرزادوں کی لڑکیاں ہی اکیلے پھرتے ہوئی اچھی لگتی ہیں۔ اصل میں ماں اپنی بیٹی کا تحفظ چاہتی تھی، اور صرف اس کے بھلے کے لیے ہی ایسا کہہ رہی تھی۔

سوال نمبر 4 (الف) (صفحہ نمبر 1/2) گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں
ماہی جو سیخِ موج تک آئی کباب تھی۔

تشریح: یہ بند **میر ببر علی انیس** کی نظم **کربلا میں گرمی کی شدت** سے لیا گیا ہے۔ میر ببر علی انیس قادر الکلام شاعر تھے۔ انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں مرثیے لکھے۔ انہیں منظر نگاری، واقعہ نگاری، اور فطرت نگاری میں مہارت حاصل تھی۔
اس نظم میں کربلا کے میدان میں گرمی کی شدت کا بیان ہے کہ جس روز حضرت امام حسینؓ اپنے اہل عیال کو لے کر کوفہ میں یزید سے بیعت لینے آئے تھے، مگر یزید نے ان پر جنگ چھیڑ دی، اس کربلا کے میدان کی گرمی کا ذکر ہو رہا ہے۔

قتلِ حسین اصل میں ہے مرگِ یزید
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بند میں میں شاعر کہتا ہے کہ جنگ کی وجہ سے دریا پر اتنی گرمی پھیلی ہوئی تھی کہ یوں لگ رہا تھا کہ پانی بھی آگ ہو گیا۔
شاعر پہلے شعر میں کہتا ہے کہ پانی میں بننے والے بھنور کو دیکھ کر یوں گماں ہوتا تھا جیسے آگ کا شعلہ گول چکر کھا رہا ہو۔ فرات کا دریا گرمی کی شدت سے ابل رہا تھا۔ اسلئے کی وجہ اسی کی سطح پر پانی کے بلبلے آنے لگ پڑتے ہیں یہ بلبلے بھی گرمی سے آگ کے انگاروں کی مانند دکھائی دیتے تھے۔

وہ گرمی کے ایام، صحرائے خطرناک
پتھر کا نہ سایہ تھا، نہ سایہ افلاک

دوسرے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ سورج کی حدت اس قدر تھی کہ پانی میں رہنے والے جانوروں کی حالت بھی بہت بری ہو چکی تھی۔ ہر ایک موج آگ محسوس ہوتی۔ پانی کی سطح پر رہنے والے مگرمچھ بھی گرمی کے مارے پانی کی تہ میں چلے گئے تھے۔ دریا کی تہ میں ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے مگر اس دن تہ میں جا کر بھی جانوروں کو سکون حاصل نہیں ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ ان کی جان چلی جائے گی۔

پیاسی تھی جو سپاہِ خدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹختی تھیں موجیں فرات کی

آخری شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اس روز کربلا میں اس قدر گرمی تھی کہ محسوس ہوتا یہ قیامت کا دن ہو۔ قیامت کے روز سورج زمین کے قریب آجائے گا اور انسان کے پاؤں سے بھی پسینے کے دریا نکلیں گے۔ اس روز میدان میں بھی یہی عالم تھا۔ پانی کی ہر سیخ کی مانند گرم تھی۔ اگر کوئی مچھلی غلطی سے پانی کی سطح پر چلی جاتی تو وہ جل بھن جاتی گویا کباب بن گئی ہو۔

اڑتی تھی خاک، چشمہ حیات کا خشک تھا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

سوال نمبر 5 (ب) (صفحہ نمبر 1/2) رنگ وہ فصلِ خزاں میں ہے کہ جس سے ۔

یہ بند فراق گورکھ پوری کی غزل سے لیا گیا ۔ وہ اپنی غزلوں کی وجہ سے مشہور ہوئے ۔ شاعری ان کا فطری جوہر تھا جو انہیں اپنے باپ دادا سے وراثت میں ملا ۔

اس بند کے پہلے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ اگرچہ میری زندگی ایک خزاں کے موسم کی مانند ہے، جس میں تمام پتے جھڑ جاتے ہیں، مجھے تب بھی اپنی زندگی سے بہت پیار ہے ۔ میری زندگی میں سوائے غموں کے کچھ بھی نہیں، لیکن اب میں نے زندگی سے سمجھوتا کرلیا ہے ۔

ع غم و رنج و اندوہ و حرماں
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

شاعر کہتے ہیں کہ ایک مالی اپنے باغ کی بہت دیکھ بھال کرتا ہے ۔ اس کے پھولوں کا خیال رکھتا ہے ۔ باغ کی خوبصورتی دیکھ کر لوگ اس کی بہت تعریف کرتے ہیں کہ دیکھو مالی نے کتنے پیار سے اسے نکھارا ۔ لیکن مالی اس باغ کو اپنا نہیں کہہ سکتا ۔ وہ صرف کسی اور کے باغ میں کام کرتا ہے ۔ مگر میری زندگی خزاں کی مانند ہونے کے باوجود میری اپنی ہے، اس لیے مجھے یہ بہت پیاری ہے ۔

ع مشکلیں مجھ پر اتنی پڑیں کہ آسان ہوگئیں

دوسرے شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ جب انسان کسی سے محبت میں محو ہو جاتا ہے تو اس کا دل ایک وحشی کی مانند ہو جاتا ہے۔ پھر اسے چاہے کسی زندان میں ڈال دو، چاہے صحرا میں لے جاؤ اس کو سکون نہیں ملتا۔

نہ رات کو نیند، نہ دل میں قرار
محبت بھی کیا چیز ہوتی ہے یار

شاعر کہتا ہے کہ قلبی سکون اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان چاہے اس دنیا میں جتنا بھی دل لگائے اگر اس میں عشق حقیقی کا جذبہ نہیں تو وہ سکون نہیں پاتا۔ پھر چاہے اسے کیسی ہی خوشیاں ملے، اس کا دل تو کچھ دیر کے لیے خوش ہو جاتا ہے مگر روح اداس رہتی ہے۔ اللہ کے قرب حاصل کرنے سے ہی سکون میسر ہوتا ہے۔

تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

روح کو بھی مزا محبت کا
دل کی ہمسائگی سے ملتا ہے

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1/2)

سچائی کی برکت

ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک قافلہ بغداد کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ اس قافلے میں بچے، بوڑھے، نوجوان سبھی شامل تھے۔ پورے دن کی مسافت کے بعد رات کو انہوں نے ایک جگہ پناہ لی۔ اور آرام کی نیت سے سو گئے۔

رات کا آخری پہر تھا کہ اچانک سے شور مچ گیا کہ "ڈاکو آگئے، ڈاکو آگئے"۔ سب لوگ ہڑبڑا کر بیٹھ گئے۔ ہر کوئی اپنے سامان کے تحفظ میں لگ گیا۔ ڈاکو لوٹ مار کر رہے تھے لوگ آہ و فغاں کر رہے تھے مگر ڈاکوؤں پر اس کا کچھ اثر نہ تھا۔ کہرام مچا ہوا تھا۔

وہیں پر ایک لڑکا بھی کھڑا تھا جو مطلق پریشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک ڈاکو نے اس سے آکر پوچھا کہ اس کے پاس کتنے پیسے ہیں۔ لڑکے نے جواب دیا "چالیس اشرفیاں"۔ ڈاکو مذاق سمجھ کر چلا گیا۔ ایک اور ڈاکو نے بھی اس سے آکر یہی پوچھا۔ کرتے کرتے بات ڈاکوؤں کے سردار تک پہنچ گئی۔

سردار نے لڑکے سے پوچھا کہ "اس کے پاس کیا رقم تھی"؟ جواب ملا "چالیس اشرفیاں"۔ سردار نے غصے سے پوچھا کہ "کہاں ہیں چالیس اشرفیاں"۔ اس نے بولا کہ میرے کرتے کی تہ میں سلی ہوئی ہیں۔ کرتے کی تہ کھولی گئی اور سچ مچ چالیس اشرفیاں مل گئی۔

سردار بہت حیران ہوا۔ اس نے کہا " اے لڑکے تو نے اتنی بڑی رقم چھپا کیوں نہ لی!" لڑکے نے بتایا کہ اس کی ماں نے اسے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین کی تھی تو وہ جھوٹ بول کر خوامخواہ گناہ گار کیوں بنتا۔

یہ سن کر سردار نے سوچا کہ یہ بچہ اپنی ماں کا اتنا تابعدار ہے۔ ایک میں ہوں جو کب سے اللہ کے حکم کی نافرمانی کر رہا ہوں۔ سردار لڑکے کے پاؤں میں گر گیا اور رونا شروع ہو گیا۔ اس نے قافلے کو سارا لوٹا ہوا مال لوٹا دیا اور راہزنی کے پیشے سے توبہ کر لی۔

یوں ایک لڑکے کی سچائی کی وجہ سے پیشہ ور ڈاکو سیدھی راہ پر آ گئے۔ یہ لڑکا " حضرت ابو قادر جیلانی " تھے۔

نتیجہ / حاصل کلام:۔

سچ بولنے سے برکت ہوتی ہے۔

یا سانچ کو آنچ نہیں۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1/3) مضمون لکھیں۔

تعلیم نسواں

مرد اور عورت انسانی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اور اگر گاڑی کا ایک بھی پہیہ صحیح سے کام نہ کرے تو گاڑی چلانا مشکل ہے۔ مردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بھی تعلیم ضروری ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے پہلے عورت کی اہمیت جاننا ضروری ہے۔ عورت کی وجہ سے ہی معاشرے میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جس کی گود میں انبیا، اولیا اور عظیم لوگ پرورش پاتے ہیں۔ اگر عورت تعلیم یافتہ نہیں ہوگی، تو معاشرے میں عظیم شخصیات کیسے پیدا ہوں گی۔

یہی وہ مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا ہے
حیا سے ان کی انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا ہے

اگر عورت جاہل اور ان پڑھ ہو تو اپنے ملک و ملت کے لیے رسوائی کا باعث بنتی ہے۔ اس کو بنیادی اخلاقیات کا علم نہیں ہوتا، اسے دنیا میں جینے کا ڈھنگ، اور آخرت میں سرخرو ہونے کا علم نہیں ملتا۔ جاہل لوگ بیٹیوں کو تعلیم کی بجائے قیمتی زیور اور کپڑوں سے آراستہ کرتے ہیں جس سے وہ چراغِ خانہ نہیں بن پاتیں۔ ان میں لالچ اور حرص جیسی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ایک تعلیم یافتہ عورت ملک کی عزت کو چار چاند لگاتی ہے۔ وہ ملک کے بڑے اداروں میں کام کرتی ہے اور ملک کی عزت میں اضافہ کرتی ہے۔ گھر کے خرچ چلانے میں شوہر کی مدد کرتی ہے۔ بچوں کو ایک نئے رنگ میں رنگتی ہے جس سے بچوں میں اعلیٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ معاشرے میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بچے کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہوتی ہیں۔ ایک دانا نے کہا ہے،

"ایک بچے کا دماغ کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے جس پر جو بھی لکھو درج ہو جاتا ہے مگر مٹتا نہیں ہے۔"

اسلام میں عورتوں کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ہفتے میں ایک دن مخصوص عورتوں کی تعلیم کے لیے رکھا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضورؐ کی زندگی کا ہر پہلو دنیا کے گوشے گوشے تک پھیلایا۔ حضورؐ نے جنگِ بدر میں قیدیوں کے لیے فدیہ کے طور پر دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا مقرر کیا۔ آپؐ نے فرمایا "علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے"۔ اسلام نے فیصلہ کر دیا ہے کہ

"علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے"

لہٰذا عورتوں پر تعلیم کے دروازے بند کرنا گناہ ہے۔

آج کل کے دور کے بچوں میں بہت سی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ اگر ماں انکی اچھی پرورش نہ کرے تو یہی ہوگا۔ اگرچہ باپ بچوں کے لیے دن رات محنت کرکے ان کے پیٹ پالنے کی ذمہ داری بڑھتا ہے۔ ایک بچے کی اچھی پرورش ماں ہی کر سکتی ہے اور

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3/3)

اگر ماں کو علم نہ ہو تو بچوں میں کیسے آئے گا۔ نپولین کا مشہور مقولہ ہے۔ **"تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا"**

ایک عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ جو لوگ عورتوں کی تعلیم کے خلاف ہوتے ہیں، جب ان کی کوئی خاتون بیمار ہو جائے تو ان کا یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں کسی خاتون ڈاکٹر سے ہی علاج کرانا ہے۔ اس کے علاوہ بچیوں کے مدارس میں تعلیم کے لیے بھی خاتون اساتذہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ معاشرے کی مضبوطی کے لیے عورتوں کو تعلیم دلوانا ضروری ہے۔

~ وہ قوم کسی شان کی حقدار نہیں ہے
جس قوم کی عورت بیدار نہیں ہے

علم حاصل کر کے ہی عورتوں کو اپنے حقوق و فرائض کی آگاہی ملتی ہے۔ اس طرح وہ نہ صرف دنیا میں اپنے فرائض اچھی طرح ادا کر سکتی ہیں بلکہ آخرت کی دنیا کو بھی سنوار سکتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے تعلیم کا حق صرف مردوں کو ہے۔ عورت بھی تعلیم سے اتنا ہی فائدہ اٹھا سکتی ہے جتنا کوئی مرد۔ اس لیے ہمیں لڑکیوں اور بچیوں کو ہر طرح کی تعلیم دلوانی چاہیئے تاکہ وہ ایک روشن ستارہ بن سکیں۔

~ لڑکیوں کو تعلیم دلانی ضرور ہے
لڑکی جو بے پڑھی ہے وہ بے شعور ہے